© rasailojaraid.com

مشکل الفاظ کی لغوی تشریح کی گئی ہے یا اصل عبارت میں کچھ ابہام تھا جس سے مطلب سمجھنے میں دشواری پیش آسکتی یا اُس سے غلط فہمی پیدا ہوسکتی تھی اُس کی توضیح کردی گئی ہے۔ حافظ ابن تیمیہ کی طرح حافظ ابن قیم کے مزاج میں جو تشدد اور تصلب ہے اُس کی جھلکیاں اس میں بھی نظر آتی ہیں، چنانچہ ایک مقام پر (ص ۵۹۵) شیخ ابن سینا اور اس کے ہم خیالوں کو بالاتفاق کافر لکھ گئے ہیں۔ تاہم مجموعی حیثیت سے یہ کتاب ایک نہایت قیمتی اور لائق قدر علمی تحفہ ہے اور اس لئے جن دو حضرات نے جو مکہ معظمہ میں تاجر ہیں اس کتاب کی خالصتہ لوجہ اللہ اشاعت میں مدد کی وہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔

آجکل مصر میں خصوصاً اور دوسرے ممالک عرب میں یہاں تک کہ ایران میں بھی عموماً اسلامی علوم وفنون پر کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے نہایت مفید اور عظیم الشان کام ہورہا ہے، بلند پایہ کتابوں کا چند برسوں میں ہی اس قدر عظیم ذخیرہ جمع ہوگیا ہے کہ اُسے دیکھ کر جہاں حیرت ہوتی ہے، بڑی مسرت بھی ہوتی ہے۔ یہ ممالک ایک طرف اپنے شاندار ماضی کا جائزہ لے رہے ہیں اور اسلاف کی تصنیفات کا کھوج لگا کر اُن کو بڑے اہتمام اور سلیقہ سے شائع کر رہے ہیں اور دوسری جانب قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ تاریخ۔ فلسفہ اور شعر وادب ان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس پر مستقل ریسرچ اور تصنیف و تدوین کا کام نہ ہورہا ہو۔ اس کے علاوہ یہ حضرات مستشرقین کی محنتوں سے بھی فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ ان کی کتابوں کا ترجمہ اپنی زبان میں کر رہے ہیں اور ان میں اسلامیات کے اصولِ موضوعہ کے خلاف جہاں کہیں زہر موجود ہے، اپنے مفصل اور محققانہ حواشی کے ذریعہ اس کا تریاق مہیا کر رہے ہیں، پھر علومِ جدیدہ میں بھی اصل اور ترجمہ دونوں قسم کی کتابوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جو بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے۔ ممالک عربیہ میں اس علمی بیداری اور ترقی کو دیکھکر جہاں مسرت ہوتی ہے ساتھ ہی خود اپنے ملک کے علماء کو دیکھ کر بڑی حسرت اور مایوسی ہوتی ہے۔ یہ حضرات مدارس عربیہ کی چار دیواری میں محصور ہو کر یا عید میلاد النبیؐ کے جلسوں کے لئے وقف ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان میں اوّل تو عموماً تصنیف وتالیف کا ذوق ہی نہیں ہے اور اگر خال خال کسی میں ہے بھی تو اُس کے لئے پیش پا افتادہ یا جزئی و ہنگامی مضامین کے علاوہ کوئی اور موضوعِ تصنیف ہی نہیں ہے۔ آج عالمِ اسلام میں علمی تحقیق وتصنیف کا جو عظیم الشان کام ہو رہا ہے ہمارے علماء کو شاید اس کا پورا علم اور اندازہ بھی نہیں ہے۔ ان ممالک نے فلسفۂ تاریخ کے اس نکتہ کو محسوس کرلیا ہے کہ کسی قوم کے زندہ رہنے کے لئے صرف ملکی آزادی کافی نہیں ہے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ عصری احوال اور اُن کے تقاضوں کے مطابق اس کی تہذیب اور ثقافت کی عمارت مضبوط علمی بنیادوں پر قائم ہو۔ ان حالات میں ہندوستان کے مذکورہ بالا عالموں کی کوشش اور بھی قدر کے لائق ہوجاتی ہے۔

قارئین کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی اب یہ تحقیق ہوگئی ہے کہ محمد اسلم صاحب ایم اے خدا کے فضل وکرم سے بخیریت وعافیت ہیں اور حسبِ معمول اپنی دینی اور اسلامی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ ابھی پچھلی ڈاک سے اُن کے خطوط بھی آئے ہیں اور سروش کے بعد کے نمبر بھی۔

© rasailojaraid.com